الفاظِ طلاق سے متعلقہ اُصولوں کی تفہیم وتشریح

مفتی شعیب عالم

(چوتھی قسط)

چوتھا فائدہ

کنایہ کی شناخت

کنایہ پر تفصیل سے گفتگو ہوچکی ہے، مگر جتنی ہوئی ہے اس سے زیادہ کی ضرورت ہے، کیونکہ اصل دِقت کنایہ کے حل میں پیش آتی ہے۔اس ضرورت کے پیش نظر کنایہ پر مختلف زاویوں سے گفتگو مناسب معلوم ہوتی ہے۔

اس فائدے میں کنایہ کی پہچان کے متعلق چند ایسے نکات کا بیان ہے، جس سے کنایہ کی معرفت سہل اور اس کی شناخت کچھ آسان ہوجاتی ہے۔کنایہ کی شناخت کا بڑا اور مؤثر ذریعہ تو خود اس کی تعریف ہے، کیونکہ تعریف سے شئے کا صاف اور واضح تصور حاصل ہوجاتا ہے،اس کی اساسی صفات اور جوہری اوصاف معلوم ہوجاتے ہیں اور وہ دوسری اشیا سے متمیز اور ممتاز ہوجاتی ہے۔

منطقی حضرات کہتے ہیں کہ جنس اور فصل کے بیان سے شئے کی اصلیت معلوم ہوتی ہے اور اس کی حقیقت کھل کر اور نکھر کر سامنے آجاتی ہے، مگر ہمیں ان جھمیلوں میں پڑنے کی ضرورت نہیں۔ بہتر اور مفید طریقہ فقہا کا اور ان میں بھی اگلے فقہا کا ہے، کیونکہ ان کی عبارتیں سادگی اور برجستگی میں بے مثل، تکلف سے پاک، بلاغت کا اعلیٰ نمونہ اور معنویت سے بھرپور ہوتی ہیں، چنانچہ ہم کنایہ کی تعریف پر ایک مرتبہ پھر نظر ڈالتے ہیں۔کنایہ کی جو تعریف ماقبل میں بیان ہوئی،اس کا حاصل دو باتیں ہیں:

۱:...... کنایہ اصل میں طلاق کے لیے وضع نہیں ہوتا ہے۔

۲:...... کنایہ میں طلاق کے ساتھ غیر طلاق کی بھی گنجائش ہوتی ہے۔

اس تعریف کا پہلا جز سلبی ہے اور سلبی تعریف ہماری معلومات میں کوئی مفید اضافہ نہیں

کرتی ہے، کیونکہ ہمیں ضرورت ''کوئی شئ کیا نہیں ہے؟'' کی نہیں ہے بلکہ ''کوئی شئ کیا ہے؟'' کی ہے۔ شارحین کو اللہ تعالیٰ نیک جزا دے کہ انہوں نے ایجابی پہلو سے بھی مذکورہ جملے کی مراد کو واضح کردیا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ کچھ کنایات ایسے ہیں جن کا معنی طلاق کے معنی سے زیادہ عام ہے اور مثال میں ''اعتدی، استبرئی رحمک، أنت واحدة'' تینوں کنایہ رجعی الفاظ کو پیش کرتے ہیں اور بقیہ کنائی الفاظ ایسے ہیں کہ ان کا حکم طلاق کے حکم سے زیادہ عام ہے، اس طرح کنایہ الفاظ دو قسموں میں تقسیم ہوجاتے ہیں، دونوں قسموں کو مدنظر رکھتے ہوئے حاصل یہ نکلتا ہے کہ کنایہ اپنی وضع میں طلاق کے معنی اور حکم سے زیادہ عموم رکھتا ہے اور اس میں طلاق کی بہ نسبت وسعت زیادہ ہوتی ہے۔ ''اعتدی'' کے لفظ پر غور کرنے سے صاف محسوس ہوتا ہے کہ یہ طلاق کے لفظ کے مقابلے میں ایک اضافی مفہوم پر مشتمل ہے، طلاق کا لفظ تو صرف طلاق کا جب کہ ''اعتدی'' طلاق کے علاوہ کا بھی مفہوم رکھتا ہے، یہی حال دیگر کنایات کا بھی ہے:

''....المقصود تنويع الكناية إلى نوعين: الأول ماهو أعم من الطلاق وهو الألفاظ الثلاث، والثاني ماهو أعم من حكمه، وهو باقي الألفاظ....''۔(۱)

''قوله: كأنت بائن....هذه الألفاظ كلها تدل على معنى زائد على نفس الطلاق ويحتمله وغيره....''۔(۲)

کنایہ کی تعریف کا دوسرا جز یہ ہے کہ وہ طلاق اور غیر طلاق دونوں مفہوم رکھتا ہے۔ پیچھے نہایت زور اور تاکید دے کر واضح کیا گیا تھا کہ طلاق کے مفہوم سے مراد جواب کا معنی ہے اور جواب کا مطلب ہے کہ شوہر نے طلاق دے ڈالی ہے۔ محیط برہانی میں ایک بڑا اچھا ضابطہ مذکور ہے، جس سے جواب کی صلاحیت رکھنے والے الفاظ کی پہچان آسان ہوجاتی ہے:

''إذا ثبت هذا فنقول: في هذه الألفاظ إيجاب حكم الطلاق، وهو ماثبت بالطلاق من غير فعل فاعل مختار، والبينونة والحرية والخلع عن النكاح (البراء ة عن النكاح) يثبت بنفس الطلاق من غير فعل فاعل مختار فكانت هذه الألفاظ صالحة للجواب من هذاالوجه۔''(۳)

ترجمہ: ''جب یہ بات پایۂ تحقیق تک پہنچ گئی تو ہم کہتے ہیں کہ ان الفاظ میں طلاق کے حکم کا اثبات ہے اور طلاق کا حکم یہ ہے کہ طلاق سے بدون کسی فاعل مختار کے فعل ثابت ہو۔ بینونت، حریت اور نکاح سے بریت وغیرہ ایسے احکام ہیں جو طلاق سے کسی بااختیار فاعل کے فعل کے بغیر ثابت ہوجاتے ہیں، اس پہلو سے یہ الفاظ طلاق کی صلاحیت رکھتے ہیں۔''

مطلب یہ ہے کہ لفظ اگر ایسا ہے کہ اس سے طلاق کا نتیجہ خود بخود ثابت ہوجاتا ہے اور اس نتیجے کو وجود میں لانے کے لیے کسی بااختیار شخص کے فعل کا واسطہ ضروری نہیں تو وہ جواب کا لفظ ہے، مثلاً:

شوہر کہتا ہے: ''پردہ کر'' پردے کا فعل وجود میں لانے کے لیے بیوی کے فعل کی ضرورت ہے، اس پہلو سے یہ جواب کا لفظ نہیں، مگر اس زاویے سے کہ طلاق کے بعد بیوی غیر محرم ہو جاتی ہے اور پردہ واجب ہو جاتا ہے اور اس حرمت کے ثبوت کے لیے کسی کے فعل کی حاجت نہیں ہوتی، یہ جواب کا لفظ ہے۔

شامی میں کنز کے شارح شیخ ابو السعود رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے ایک بحث منقول ہے، جو اصل میں ایک خاص لفظ (یمین) کے متعلق ہے، مگر اس کے ضمن میں کچھ ایسی عبارتیں زیر بحث آ گئی ہیں، جو ہماری بحث میں مفید ہیں اور ان سے کنایہ کی پہچان میں مدد اور راہنمائی ملتی ہے:

''.... ماذكروه في تعريف الكناية ليس على إطلاقه، بل هو مقيد بلفظ يصح خطابها به، ويصلح لإنشاء الطلاق الذي أضمرهٗ أو للإخبار بأنهٗ أوقعه كأَنْتِ عَلَيَّ حرام، إذ يحتمل لأني طلقتك أو حرام الصحبة وكذا بقية الألفاظ .... فليس كل ما احتمل الطلاق من كنايته بل بهذين القيدين، ولابد من ثالث هو كون اللفظ مسببًا عن الطلاق وناشئًا عنه كالحرمة في أنت علي حرام، ونقل في البحر عدم الوقوع، بلا أحبك، لا اشتهيك، لارغبة لي فيك وإن نوى، ووجهه: أن معاني هذه الألفاظ ليست ناشئة عن الطلاق، لأن الغالب الندم بعدهٗ فتنشأ المحبة والاشتهاء والرغبة، بخلاف الحرمة...''(۴)

مذکورہ بالا عبارت میں صراحت ہے کہ فقہا سے کنایہ کی جو تعریف منقول ہے وہ علی الاطلاق نہیں، بلکہ تین شرائط کے ساتھ مشروط ہے:

۱:.....لفظ ایسا ہو کہ اس سے بیوی کو مخاطب کرنا درست ہو۔

۲:.....اس میں انشا یا خبر بننے کی صلاحیت ہو۔

۳:.....اور اُسے طلاق کا نتیجہ اور حکم قرار دینا درست ہو۔

لفظ حرام ان تینوں شرطوں کا جامع ہے، اس لیے کنایہ ہے، کیوں کہ بیوی کے متعلق ''تو مجھ پر حرام ہے'' کے الفاظ استعمال کرنا درست ہے۔ شوہر طلاق دے چکا ہے یا ابھی اس نے بیوی اپنے اوپر حرام کردی ہے، اس معنی کے لحاظ سے یہ خبر یا انشا ہے، اور طلاق کے سبب بیوی اس پر حرام ہے، اس پہلو سے یہ طلاق کے نتیجے اور ثمرے کا بیان ہے۔ اس کے برعکس جب شوہر بیوی کو باپ کہہ کر پکارتا ہے تو اس لفظ سے بیوی کو مخاطب بنانا درست ہے، نہ ہی اُسے طلاق کی خبر قرار دینا معقول ہے اور نہ ہی اُسے طلاق کا نتیجہ اور بیان بنایا جا سکتا ہے، اس وجہ سے طلاق بھی واقع نہیں، کیونکہ لفظ طلاق کا لفظ ہی نہیں۔

کنایہ کی معرفت کا دوسرا طریقہ کتب فتاویٰ کی مراجعت ہے۔ اردو فتاویٰ کا دامن کنایہ الفاظ سے بھرا ہوا ہے اور ان میں ایک بڑا ذخیرہ موجود ہے۔ شاذ و نادر ایسا ہوتا ہے کہ شوہر کوئی کنایہ استعمال کرے اور اردو فتاویٰ اس کے ذکر سے خالی ہوں۔

عرف سے واقفیت اور اس سے بھرپور معرفت تو سب سے بڑا اور اہم عامل ہے۔ آج کل کے زیادہ مروج اور کثیر الاستعمال الفاظ فارغ، آزاد، حرام، چھوڑ دیا، الگ کر دیا، تو میری بیوی نہیں، میرا تیرا تعلق نہیں، چل، جا، نکل، ہٹ، سرک، دفع ہو جا، تو مجھ پر ماں بہن ہے، جہنم میں جا، بھاڑ میں جا، اپنے لیے کوئی اور ڈھونڈ لے، نہیں رکھتا، تجھے نہیں چاہتا، میری طرف سے جواب ہے، فیصلہ ہے، میرا تیرا کوئی رشتہ نہیں، میرے کام کی نہیں، میں تیرا شوہر نہیں، تو جانے اور تیرا کام، اسے لے جاؤ، اپنی لڑکی لے جاؤ، والدین کے گھر ہی رہو، میاں بیوی والا تعلق ختم کر دیا، میری بیوی نہ رہی، تجھے رکھوں تو ماں و بہن کو رکھوں، طلاق سمجھو، چھٹی کر، وغیرہ ہیں۔

یہ کنایات کی مکمل فہرست نہیں ہے، جو باقی ہیں وہ اس سے زیادہ ہیں، یہی کثرت ہے جس کی دہشت سے ذہن مرعوب اور طبیعت خائف رہتی ہے، مگر اصل حقیقت یہ ہے کہ مترادفات کی کثرت کی وجہ سے کنایہ کی فہرست طویل ہو جاتی ہے۔ اوپر جو الفاظ مذکور ہوئے، ان پر غور کیجیے تو بہت سے الفاظ ہم معنی ہیں، مثلاً: ''فیصلہ، جواب، ختم، چھٹی اور فائل وغیرہ کے الفاظ اور ''جدا کر دیا، الگ کر دیا، علیحدہ کر دیا، وغیرہ ملتے جلتے الفاظ ہیں، صرف الفاظ الگ اور تعبیر مختلف ہے، ورنہ مطلب و مفہوم ایک ہے۔

اس کے علاوہ مذکورہ الفاظ میں سے بعض تو کنایہ کے الفاظ ہی نہیں اور بعض سے طلاق کا ہونا شرط کے ساتھ مشروط ہے اور بعض شرط کے ساتھ نیت کے بھی محتاج ہیں، البتہ چند ایسے ہیں جو صریح ہیں اور نیت کے محتاج نہیں۔

مزید یہ کہ کنایات گنتی میں زیادہ ضرور ہیں، مگر تجربہ اور مشاہدہ ہے ایک مخصوص علاقے کے رہائشی اور ایک خاص برادری کے افراد چند مخصوص اور گنے چنے الفاظ ہی استعمال کرتے ہیں، معدودے چند الفاظ جو کثرت سے استعمال ہوتے ہوں، ان پر گرفت اور ان کا ضبط زیادہ مشکل نہیں۔

پانچواں فائدہ

ملحق بالصریح

کنایۂ طلاق کے لفظ سے زیادہ وسیع مفہوم رکھتا ہے اور اپنے اصل کے لحاظ سے نیت کا بھی محتاج ہوتا ہے اور اس سے واقع ہونے والی طلاق بھی اکثر و بیشتر بائن ہوتی ہے، مگر جب کنایہ کا استعمال کثرت سے طلاق کے لیے ہونے لگتا ہے تو وہ صریح کے درجے میں آ جاتا ہے اور اس کا عرفی استعمال ہی نیت کے قائم مقام ہو جاتا ہے اور اس سے بلا نیت طلاق واقع ہونے لگتی ہے، ایسا کنایہ جو عرف کی وجہ سے صریح بن جائے ''ملحق بالصریح'' کہلاتا ہے، حرام، آزاد اور چھوڑ دیا وغیرہ

الفاظ اس کی مثالیں ہیں۔ ملحق بالصریح سے اگر رجعی واقع ہو تو وہ ''صریح کنایہ رجعی'' اور بائن واقع ہو تو وہ ''صریح کنایہ بائن'' کہلاتا ہے۔

ملحق بالصریح کے متعلق اہم نکتہ یہ ہے کہ صریح سے لحوق کے بعد اس میں صرف نیت کی شرط ختم ہوئی ہے، دیگر احکام میں یہ اپنی اصل پر ہے اور اس پر کنایہ کے احکام لاگو ہیں۔ الجھن اور پیچیدگی اس وقت پیدا ہوتی ہے جب اُسے ہر حیثیت اور تمام وجوہ سے صریح قرار دے دیا جاتا ہے:

''وألفاظه: صريح، وملحق به، وكناية، وفي الرد (قوله وملحق به) أي من حيث عدم احتياجه إلى النية كلفظ التحريم۔''(۵)

'' قال لأمرته أنت على حرام ونحو ذلك .... ويفتى بأنه طلاق بائن (وإن لم ينوه) لغلبة العرف۔''(۶)

۲:.... طلاق کا لفظ صریح ہے اور ہمارے عرف میں اس کا کلی اور سو فیصدی استعمال طلاق کے لیے ہوتا ہے، مگر ملحق بالصریح اپنے ہر استعمال میں طلاق کے لیے نہیں ہوتا ہے۔ صریح کی جو تعریف ماقبل میں گزری، اس سے خود یہ لچک معلوم ہو رہی ہے، کیونکہ غالب استعمال کا مطلب ہے کہ اس میں قلیل ہی سہی، مگر غیر طلاق کی بھی گنجائش ہوتی ہے۔ لوگوں کا عرف بھی اس پر شاہد ہے کہ وہ ملحق بالصریح کا استعمال طلاق کے علاوہ مطلب کے لیے بھی کرتے ہیں، مثلاً: ''تم آزاد ہو جو چاہو پہنو'' یا بیوی دامن چھڑانے لگے اور کہے چھوڑ دو اور شوہر کہے ''چھوڑ دیا'' البتہ جب ملحق بالصریح کا استعمال طلاق کے علاوہ معنی کے لیے ہوتا ہے تو وہاں کوئی لفظی یا معنوی قرینہ ایسا موجود ہوتا ہے جو عدمِ طلاق پر دلالت کرتا ہے، جیسا کہ سابقہ مثالوں میں ''پہنو'' اور ''دامن کا چھڑانا'' عدمِ طلاق کے قرائن ہیں۔

مقصد یہ ہے کہ صریح کنایہ کے استعمال کے وقت لفظی اور معنوی قرائن کو بھی زیرِ غور لانا چاہیے۔ اگر کوئی قرینہ حالیہ یا مقالیہ عدمِ طلاق پر دلالت کرتا ہو تو محض اس وجہ سے طلاق واقع نہیں قرار دی جائے گی کہ شوہر صریح لفظ زبان پر لایا ہے۔ اس بحث سے ظاہر ہے کہ ملحق بالصریح سے طلاق کا وقوع غیر مشروط نہیں ہے اور یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ ملحق بالصریح، صریح ضرور ہے، مگر بہمہ وجوہ صریح کے حکم میں نہیں۔ ذیل میں ''امداد الاحکام'' کا ایک اقتباس درج کیا جاتا ہے، جس سے ہمارے مقصد کی اچھی طرح وضاحت ہو جاتی ہے:

''واضح رہے کہ کنایہ وہ ہوتا ہے جس میں احتمال رفعِ قیدِ نکاح بھی ہو اور اس کے غیر کا احتمال بھی ہو، اور لفظ ''آزاد'' ہر حالت میں اور ہر استعمال میں کنایہ طلاق نہیں، بلکہ یہ کنایات میں اس وقت داخل ہو گا جب کہ خلافِ ارادہ طلاق کا قرینہ کلام میں نہ ہو، مثلاً: یوں کہا جائے ''میری بیوی آزاد ہے'' یا تو آزاد ہے'' یا ''وہ آزاد ہے'' اور ''ہر طرح مجھ سے آزاد ہے''، ''تو پوری طرح آزاد ہے'' ان استعمالات میں بیشک یہ کنایات

کی قبیل سے ہے اور اگر ارادۂ طلاق کا قرینہ قائم ہو تو پھر یہ لفظ صریح ہو جاتا ہے، مثلاً: یوں کہا جائے کہ ''میری بیوی میرے نکاح سے آزاد ہے'' یا ''میں نے اس کو اپنے نکاح سے آزاد کر دیا''۔ اور اگر کلام میں عدمِ ارادۂ طلاق کا قرینہ قائم ہو جائے تو پھر یہ نہ صریح طلاق سے ہے نہ کنایات سے، مثلاً: یوں کہا جائے کہ ''تو آزاد ہے جو چاہے کھا پی''، ''میں نے اپنی بیوی کو آزاد کیا، چاہے میرے پاس رہے یا اپنے گھر''، ''وہ آزاد ہے جب اس کا جی چاہے آوے'' ان استعمالات میں ہرگز کوئی شخص محض مادہ ''آزاد'' کی وجہ سے اس کلام کو کنایہ طلاق سے نہیں کہہ سکتا، بلکہ اباحتِ افعال وتخییر وغیرہ پر محمول کرے گا، بشرطیکہ اس کو محاوراتِ لسان پر کافی اطلاع ہو، اور ایک لفظ کا صریح طلاق ہونا اور کنایہ طلاق ہونا اور گاہے دونوں سے خالی ہونا اہل علم پر مخفی نہیں۔''(۷)

حوالہ جات

۱:......تقریرات الرافعی علی حاشیۃ ابن عابدین، باب الکنایات ۲۱۸/۳، ط:سعید

۲:......عمدۃ الرعایۃ علی شرح الوقایۃ، کتاب الطلاق، فصل فی کنایات الطلاق، ۲۸۱/۳، ط: دار الکتب العلمیۃ، بیروت

۳:......المحیط البرھانی، کتاب الطلاق، الفصل الخامس فی الکنایات، ج:۴، ص:۴۲۸، ط: إدارۃ القرآن کراچی

۴:......رد المحتار، کتاب الطلاق، باب الکنایات، ج:۳، ص:۲۹۶، ط:سعید کراچی

۵:......رد المحتار، کتاب الطلاق، ج:۳، ص:۲۳۰، ط:سعید

۶:......رد المحتار، ج:۳، ص:۴۳۴، ط:سعید

۷:......امداد الاحکام، ج:۳، ص:۴۷۰-۴۷۱، ط: دار العلوم کراچی

(جاری ہے)

قائم شدہ 1950ء
رجسٹریشن نمبر 1196
شعبہ طب نبوی دار الخدمت
0308-7575668/0345-2366562
جوہر زیتون
بذریعہ ڈاک منگوانے کے لیے 24 گھنٹے ہیلپ لائن

نسخہ جوہر زیتون
لعنت اللہ علی الکاذبین ترجمہ: جھوٹوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت
ہمارا عزم فطرت سے قریب تر صحت مند زندگی
قیمت بمعہ ڈاک خرچ و بمعہ ڈاک کمیشن
-/1500 روپے
صدق بیانی کی تمام حدود کو ملحوظ رکھ کر یہ کہا جاسکتا ہے کہ
نسخہ جوہر زیتون کی ایک ہی خوراک ان شاء اللہ ایک مرتبہ تو مریض گنٹھیا کو بستر مرگ سے اُٹھا دیتی ہے
فوائد جوہر زیتون
جوہر زیتون: جوڑوں کا درد، کمر درد، ٹانگ کا درد ختم کرتا ہے۔
جوہر زیتون: پٹھوں کی کمزوری جوڑوں پر سوجن ورم ختم کرتا ہے۔
جوہر زیتون: گنٹھیا مہروں کا درد سر درد کمزوری ختم کرتا ہے۔
جوہر زیتون: تمام جسمانی درد کو ختم کر کے یورک ایسڈ کو خارج کرتا ہے۔
جوہر زیتون جوڑوں کے درد کا مکمل علاج
تمام دنیا تخلیق ارض وسماء کے ہی پیدا کردہ ہیں لیکن چند پودوں کا ذکر اللہ تعالیٰ نے خود اپنے مقدس کلام میں فرمایا ہے اس طرح ان پودوں کے نام تا ابد کلام الٰہی میں محفوظ ہو گئے ہیں ان میں زیتون کا ذکر باکثرت ملتا ہے۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے "قسم ہے انجیر کی اور قسم ہے زیتون کی اور قسم ہے طور سینا کی اور اس امن والے شہر کی ہم نے انسان کو بہترین انداز میں پیدا فرمایا ہے" قرآن پاک میں زیتون کا لفظ اس کے نام کے ساتھ چھ مرتبہ آیا ہے۔